عید الاضحیٰ...... تجدید عہد وفا کا دن

مدیر کے قلم سے

لبیک لبیک......اے اللہ میں حاضر ہوں، میری جان، میرا مال، میری زندگی، میری تمنائیں، میری خواہشیں اور میری آرزوئیں......سب حاضر ہیں......عید الاضحیٰ کے آتے ہی کئی یادیں، جذبے اور ولولے انگڑائیاں لے کر تازہ ہو جاتے ہیں، عشق ووفا کے سرمدی زمزموں کی صدائے بازگشت چہار سو سنائی دیتی ہے، فرزندانِ توحید کو اجتماعیت کا سبق یاد دلانے والا حج کے روح پرور اجتماع کا منظر سامنے آتا ہے، راہ وفا میں فانی دنیا قربان کرنے کا ایمان افروز موسم ہر سمت چھا جاتا ہے، ایثار وقربانی کا احساس نشو ونما پاتا ہے اور عہد ناقہ ومحمل اور نجد وحجاز کی تاریخ ابھر ابھر آتی ہے......جب بطحا کی بے آب وگیاہ وادی میں ایک مقدس ہستی نے اپنی اہلیہ اور اپنے جگر گوشے کو اللہ کے حوالے کر کے رخت سفر باندھا اور اس کی فرشتہ صفت اہلیہ کو معلوم ہوا کہ یہی اللہ کا حکم ہے تو وہ سرِ اطاعت خم کرتی ہوئی کہنے لگیں: ”جس حاکم کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے، وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔“

لختِ جگر کی پیاس کی بے تابی نے ماں پر اضطراب اور بے چینی کا کیسا عالم طاری کیا ہوگا......!وہ کوہ صفا اور مروہ کے درمیان دیوانہ وار دوڑتی رہیں......بچے کی تشنگی کی سیمابی مامتا کو تڑپانے اور اس کی تڑپ آسمانوں کو ہلانے لگی تو رحمت الٰہی خشک زمین سے فوارے کی شکل میں نمودار ہوئی، ایک منٹ میں چھ سو ساٹھ لیٹر نکلنے والا آب زمزم اس وقت سے لے کر اب تک رواں دواں ہے اور اللہ جانے ایک لمحہ میں دنیا کے کتنے تشنہ لبوں کو سیراب کر رہا ہے......؟صدیاں گزر گئیں، صفا اور مروہ کے درمیان دیوانہ وار سعی کی وہ ادا آج بھی جاری ہے، بلاشبہ ایمان کی قوت، ناقابل شکست اور اس کے برگ وبار کی یادگاریں لافانی ہوتی ہیں۔

معمارِ حرم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی پاکباز زندگی کے قدم قدم پر ایمان ویقین کی ان گنت نشانیاں فکر ووجدان کی تاریک راہوں کو روشن کرتی اور بھٹکے ہوئے آہو کو سوئے حرم کا پتہ دیتی ہیں......حقیقت یہ ہے کہ انسان کو ایمان ویقین سے بڑھ کر کوئی قوت، کوئی طاقت اور کوئی تسخیر آج تک حاصل ہوئی، نہ ہو سکے گی، اللہ تعالیٰ کی ذات پر غیر متزلزل یقین ہی ڈوبتی کشتی کو ساحل عطا کرتا، منزل غم کی سختیوں کو پامال کرتا، ممولے کو شہباز سے ٹکرانے کا حوصلہ بخشتا اور آگ کے شعلوں کو

ہوائے چمن کے جھونکوں میں بدل دینے کا اعجاز دکھاتا ہے...... یہ کوئی جذباتی لفظوں کی ہیرا پھیری یا انشاپردازی کا بے حقیقت غلغلہ ہرگز نہیں، بلکہ دلوں کو گرمانے اور روح کو وجد میں لانے والی یقین وثبات کی یہ داستانیں تاریخ کے چپے چپے پر بکھری پڑی ہیں...... حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے تو وہ گلزار میں ڈھل کر اندازِ گلستان پیدا کر گئی۔

یہ بات نہیں کہ دنیا میں مردِ مومن کو ظاہری شکست نہیں ہوتی، یہ بھی نہیں کہ اس کے راستے میں سنگِ گراں رکاوٹ نہیں بنتے، یہ بھی نہیں کہ اس کی تمناؤں اور آرزوؤں کا خون نہیں ہوتا، آپ خود سوچیں کہ اگر ماتم شکست کے بجائے اس کے حصے میں ہمیشہ فتوحات کا جشن آئے، آبلہ پائی کی بجائے اس کے قدم سدا پھولوں کی سیج پر گل فشانی کا لطف لے، خواہشات اور شیطانی ستم کے خار سے زندگی تار تار ہونے کے بجائے اس کی ہر امید بھر آتی رہے اور ناکامیوں کی بجائے اس کے جہادِ زندگانی کو صرف کامیابیوں ہی کی سوغات ملے تو ایسی صورت میں کون ہے جو ایمان کی راہ روی کا دعویٰ نہیں کرے گا! چونکہ مومن کے ایمان خالص اور منافق کے نفاق کو ظاہر کرنا ضروری ہے، اس لئے ابتلاء اور آزمائش کی کسوٹی پر دعویٔ ایمان کے کھوٹے اور کھرے پن کو آزمانا اللہ کی سنت ہے۔

> سورۂ عنکبوت آیت نمبر۲ میں ارشاد ہے...... ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ محض یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور وہ آزمائے نہیں جائیں گے؟ (ایسا نہیں، وہ ضرور آزمائے جائیں گے) ہم تو انہیں بھی آزما چکے جو ان سے پہلے گزرے۔''

لیکن جس شخص کا ایمان جس قدر مضبوط، جس قدر مستحکم اور جس قدر قوی ہوگا، اسی قدر اس کی آزمائش اور ابتلاء کا مرحلہ بھی سخت ہوگا، ارشادِ نبوی ہے: ''أشد الناس بلاء ألانبياء ثم الأمثل فالأ مثل ''...... ''لوگوں میں انبیاءؑ کی آزمائش سب سے زیادہ شدید ہوتی ہے، پھر جو انبیاء کے جتنا قریب ہوتا ہے، اس کی آزمائش بھی اسی قدر سخت ہوگی''...... اس لئے ایک مومن کی زندگی میں ظاہری ناکامیاں بھی آتی ہیں اور اپنی اجل موعود پر وہ فانی دنیا سے روپوش بھی ضرور ہوتا ہے لیکن اس کے ایمان کی خوشبو دائمی اور اس کے ذکرِ خیر کا گلشن سدا مہکتا رہتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو لے لیجئے، ان کی آزمائش کا ایک مشکل ترین مرحلہ اکلوتے فرزند کی قربانی کا تھا، خواب میں انہیں فرزند ذبح کرنے کا حکم ملا، اس کی تعمیل میں کسی حیل وحجت کے بغیر بیٹا اپنی جوانی اور اپنی امنگوں کی دنیا اور باپ اپنی سوسالہ دعاؤں کا نخل تمنا قربان کرنے صبح کے دھندلکے ہی میں شاداں شاداں روانہ ہو گئے۔

امام رازی رحمہ اللہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ شیطان نے تین مرتبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس موقع پر بہکانے کی کوشش کی لیکن آپ نے ہر بار سات کنکریاں مار کر اسے بھگا دیا، وفا اور سرِ تسلیم خم کرنے کی اس تاریخ ساز کامیابی کی یاد گار کے طور پر وادی منیٰ میں حجاج کرام ہر سال اس کی یاد تازہ کرتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ جنت سے اتارا گیا ایک مینڈھا ذبح کیا گیا، عیدالاضحیٰ میں قربانی کی یہ سنت

ابراہیمی بھی اسی وقت سے چلی آرہی ہے، صحابہ نے پوچھا، حضور! یہ قربانی کیا ہے؟ فرمایا: ''یہ تمہارے ابا حضرت ابراہیم کی سنت ہے''......اور فرمایا کہ استطاعت کے باوجود جو شخص قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کا رخ نہ کرے اور ان تین دنوں میں قربانی سے بڑھ کر کوئی دوسرا نیک عمل اللہ کو محبوب نہیں۔

مغرب سے متاثر ہونے والے بعض جدید ذہنوں میں قربانی سے متعلق یہ شبہ پایا جاتا ہے کہ جانور ذبح کرنے کے بجائے وہ رقم کسی غریب مسکین کو دی جائے تو اس کا بھلا ہوگا، غریب کے ساتھ ہمدردی کا یہ جذبہ اپنی جگہ، لیکن ایک عبادت کو اس جذبے کی بھینٹ چڑھانے کا مطلب اپنی سوچ، اپنی رائے اور اپنی فکر کی غلامی کے سوا کچھ بھی نہیں، رب کی بندگی کا تقاضا یہ ہے کہ جو حکم دیا گیا اس کی تعمیل کی جائے، یہاں آکر بعض کورنگاہ نام نہاد دانش وراہ راست سے بھٹک جاتے ہیں، وہ شریعت کے ہر حکم کو خرد کے پیمانے سے ناپتے اور عقل کی کسوٹی سے پرکھتے ہیں......

ان کی نظر اس واضح حقیقت کی طرف نہیں جاتی کہ حکم الٰہی کی تعمیل صرف اور صرف اس لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ کا حکم ہے، خواہ عقل اس کی حکمتوں کا احاطہ کرسکے یا قاصر رہے......آتشِ نمرود غرور میں کودنے کا کرشمہ عشق کا ہے، عقل تو محو تماشائے لبِ بام رہی، یہی وہ مقام ہے جہاں عقل کے ترانوں کا نہیں، عشق کی نواؤں کا رنگ جمتا ہے اور خرد کی گتھیاں سلجھانے والوں کی منطق نہیں، اہل جنوں کی راہ ورسم تب وتاب جاودانہ پاتی ہے۔

ہمارا آج کا دور بھی اہل ایمان کے لئے آزمائشوں اور فتنوں کا دور ہے، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو سال پہلے اس دور کے فتنوں کی پیشین گوئی فرما چکے ہیں، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے کتاب الفتن میں ایک روایت نقل کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمانوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ کافر قومیں ان کے خلاف لڑنے کے لئے ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گی جس طرح کھانے کے لئے ایک دوسرے کو بلایا جاتا ہے، کسی نے پوچھا کہ کیا اس وقت ہم کم ہوں گے؟ فرمایا نہیں، آپ بہت ہوں گے لیکن سیلاب کے جھاگ کی مانند بے کار ہوں گے، اللہ تمہارا خوف غیروں کے دل سے ہٹالے گا اور تمہارے دل میں ان کا رعب بٹھادے گا، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت تم میں آجائے گی۔

آپ اپنے گردوپیش کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کس طرح اس حدیث کا لفظ لفظ آج کے حالات پر صادق آرہا ہے، مسلمانوں کے خلاف طاغوتی قوتیں متحد ہونے کے لئے ایک دوسرے کو دعوت دے رہی ہیں، دنیا کی مسلم اکثریت پر نظر ڈالیں تو وہ راکھ کا ڈھیر معلوم ہوگی اور عالم اسلام کے اکثر ملکوں کو دیکھیں تو مغرب سے مرعوبیت کی وبا ان کی رگ رگ میں سرایت کرچکی ہے لیکن یہ بات اپنی جگہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اسلام ان تمام فتنوں، طوفانوں اور سمت مخالف سے چلنے والی آندھیوں کے باوجود قیامت تک باقی رہنے والا دین برحق ہے، طاغوت کے گماشتے دنیا سے اس کے زمزمہ بار کلمہ حق کو کبھی بھی فنا نہیں کرسکتے، آزمائش ہے تو صرف مسلمانوں کی ہے اور فتنے ہیں تو صرف اہل اسلام کو آزمانے کے لئے ہیں کہ وہ اپنی جان اور مال سمیت کلمہ اسلام پر قائم رہتے ہیں کہ نہیں......لبیک لبیک......اے اللہ میں حاضر ہوں، میری جان، میرا مال، میری زندگی، میری تمنائیں، میری خواہشیں اور میری آرزوئیں......سب حاضر ہیں......!